النور انٹر نیشنل

جنوری ۲۰۱۵ء

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا بین الاقوامی ترجمان

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

مدیران
شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعلانات اور خبریں

ایک انتہائی کامیاب سالانہ دعائیہ پر سب کو بہت بہت مُبارک ہو

نشریات

وقت بمطابق برٹش ونٹر ٹائم

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ : ۱۳:۰۰ بجے

درس: بعد از جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰

SKYPE

عیدین : ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

ہراتوار : ۰۹:۰۰ بجے

سکائپ آئی ڈی : Lahori-Ahmadi

کلامِ امامؑ

اصلاح کے تین طریق

انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں یعنی نفس امارہ۔ نفس لوّامہ۔ نفس مطمئنہ اور طریق اصلاح کے بھی تین ہیں۔

اول یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنیٰ خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں انسانیت کے طریقے پر چلیں۔ نہ ننگے پھریں اور نہ کتوں کی طرح مردار خور ہوں اور نہ کوئی اور بے تمیزی ظاہر کریں۔ یہ طبعی حالتوں کی اصلاحوں میں سے ادنیٰ درجہ کی اصلاح ہے۔ یہ اس قسم کی اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہو تو پہلے ادنیٰ ادنیٰ اخلاق انسانیت اور طریق ادب کی ان کو تعلیم دی جائے گی۔

تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں ایسے خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزہ چکھایا جاء۔ یہ تین اصلاحیں ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں۔

اصلاح کی کامل ضرورت کے وقت آنحضرت ﷺ کی

بعثت اور ہمارے سید ومولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے۔ جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ظھر الفساد فی البر والبحر (الروم:۴۲) یعنی یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ نئے سرے سے زمین کو بعد اس کے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے۔ اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے۔ ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا۔ حرام کا کھانا ان کے نزدیک ایک شکار تھا۔ ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ حرمت علیکم امھتکم (النساء:۲۴) یعنی آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہوگئیں۔ ایسا ہی وہ مردار کھاتے تھے۔ آدم خور بھی تھے۔ دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے۔ بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں۔ نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ جس کا زنا کاری میں اول نمبر ہوتا تھا۔ وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔ بے علمی اس قدر تھی کہ

اردگرد کی تمام قوموں نے ان کا نام اُمّی رکھ دیا تھا۔ ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کیلئے ہمارے سید ومولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے۔ پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جن کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں ان کا درحقیقت یہی زمانہ تھا پس اسی وجہ سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقعہ نہیں ملا اور قرآن شریف کو ملا۔ اور قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے با اخلاق انسان بناوے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔ اسی واسطے ان تین امور پر قرآن شریف مشتمل ہے۔

قرآنی تعلیم کا اصل منشاء اصلاحات ثلاثہ ہیں

اور قبل اس کے جو ہم اصلاحات ثلاثہ کا مفصل بیان کریں یہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو زبردستی ماننی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلاثہ ہیں اور اس کی تمام تعلیموں کا لب لباب یہی تین اصلاحیں ہیں۔ اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کیلئے بطور وسائل کے ہیں اور جس طرح بعض وقت ڈاکٹر کو بھی صحت کے پیدا کرنے کے لئے کبھی چیرنے کبھی مرہم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بھی انسانی ہمدردی کیلئے ان لوازم کو اپنے محل پر استعمال کیا ہے اور اس کے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں اور وصایا اور وسائل کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں اخلاقی حالتوں تک پہنچائے۔ اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپیدا کنار دریا تک پہنچائے۔

طبعی حالتیں تعدیل سے اخلاق بن جاتی ہیں

اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ الگ چیز نہیں بلکہ وہی حالات ہیں جو تعدیل اور موقعہ اور محل پر استعمال کرنے سے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہیں اور قبل اس کے کہ وہ عقل اور معرفت کی اصلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو وہ کیسے ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے۔ بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے۔ جیسا کہ اگر ایک کتے یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کتے کو خلیق نہیں کہیں گے اور نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھیں گے۔ اسی طرح ہم ایک بھیڑیئے یا شیر کو ان کی درندگی کی وجہ سے

بدخلق نہیں کہیں گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا، اخلاقی حالت محل اورسوچ اوروقت شناسی کے بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جوعقل اور تدبر سے کام نہیں لیتا وہ ان شیرخوار بچوں کی طرح ہے جن کے دل اور دماغ پر ہنوز عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا۔ یا ان دیوانوں کی طرح جو جوہر عقل اور دانش کو کھوبیٹھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیرخوار اوردیوانہ ہو وہ ایسی حرکات بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں مگر کوئی عقلمند ان کا نام اخلاق نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ حرکتیں تمیز اور موقع بینی کے چشمے سے نہیں نکلتیں بلکہ وہ طبعی طور پر تحریکوں کے پیش آنے کے وقت صادر ہوتی جاتی

ہیں۔ جیسا کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف رخ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چگنے کیلئے دوڑتا ہے۔ جوک کا بچہ جوک کی عادتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتیں ظاہر کرتا ہے۔ اورشیر کا بچہ شیر کی عادتیں دکھلاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کوغور سے دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتیں دکھلانا شروع کردیتا ہے اور پھر جب برس ڈیڑھ برس کا ہوا۔ تو وہ عادات طبعیہ بہت نمایاں ہوجاتی ہیں۔ مثلاً پہلے جس طور سے روتا تھا اب رونا بہ نسبت پہلے کے کسی قدر بلند ہوجاتا ہے۔ ایسا ہی ہنسنا قہقہہ کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اورآنکھوں میں بھی عمداً دیکھنے کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں۔ اوراس عمر میں یہ ایک اور امر طبعی پیدا ہوجاتا ہے کہ اپنی رضامندی یا نارضامندی حرکات سے ظاہر کرتا ہے اور کسی کو مارتا اور کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے۔ مگر یہ تمام حرکات دراصل طبعی ہوتی ہیں۔ پس ایسے بچہ کی مانند ایک وحشی آدمی بھی جس کو انسانی تمیز سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ وہ بھی اپنے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھلاتا ہے اور اپنی طبیعت کے جذبات کا تابع رہتا ہے۔ کوئی بات اس کے اندرونی قویٰ کے تدبر اور تفکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر اس کے اندر پیدا ہوا ہے۔ وہ خارجی تحریکوں کے مناسب حال نکلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کے طبعی جذبات جو اس کے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب برے نہ ہوں بلکہ بعض ان کے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں۔ لیکن عاقلانہ تدبر اور موشگافی کو ان میں دخل نہیں ہوتا اور اگر کسی قدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبہ جذبات طبعی کے قابل اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جس طرف کثرت ہے اسی طرف کو معتبر سمجھا جائے گا۔

حقیقی اخلاق

غرض ایسے شخص کی طرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کرسکتے جس پر جذبات طبعیہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیوں کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بداخلاق کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقل خداداد پختہ ہوکر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو بدیوں یا دو نیکیوں کے درجہ میں فرق کرسکے۔ پھر اچھے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے اور برے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں نادم اور پشیمان دیکھے۔ یہ انسان کی زندگی کا دوسرا زمانہ ہے۔ جس کو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں نفس لوامہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو نفس کی حالت تک پہنچانے کیلئے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتیں بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور عبث خیال نہ کرے تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں۔ اسی وجہ سے خداتعالیٰ نے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کیلئے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر ایک عمل اور خلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس زندگی میں روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب

ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکھائے گا۔ غرض نفس لوامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کانشنس سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ برے کام پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اور نیک کام کا خواہشمند اور حریص رہتا ہے۔ یہ وہی درجہ ہے کہ جس میں انسان اخلاق فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

خَلق اور خُلق

اس جگہ بہتر ہوگا کہ میں خُلق کے لفظ کی بھی کسی قدر تعریف کر دوں۔ سو جاننا چاہئے کہ خَلق خا کی فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے۔ اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے۔ اس لئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خُلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری ہی کا نام ہے یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خُلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خُلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں۔ جب انسان محل پر اور موقع کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خُلق ہے۔ اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے اور یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر ایک قوت ہے جس کو انتقام کہتے ہیں اور کبھی انسان حملہ کے مقابل پر حملہ کرنا نہیں چاہتا اور ظالم کے ظلم سے درگزر کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کیلئے اپنے ہاتھوں سے کام

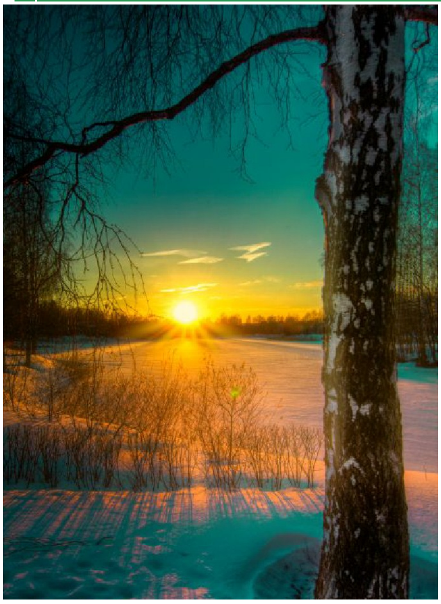

لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور ان کی بہبودی کیلئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت ان کا نام خُلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ **انک لعلیٰ خُلق عظیم** (القلم:۵) یعنی تو ایک بزرگ خُلق پر قائم ہے۔ سو اسی تشریح کے مطابق اس کے معنے ہیں یعنی یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت، شجاعت، عدل، رحم، احسان، صدق، حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیا، دیانت، مروت، غیرت، استقامت، عفت، زہادت، اعتدال، مؤاسات یعنی ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق، وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کی جائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا۔ اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے۔ چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اس لئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے۔ اور یہ امر کسی اور جاندار کیلئے نصیب نہیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

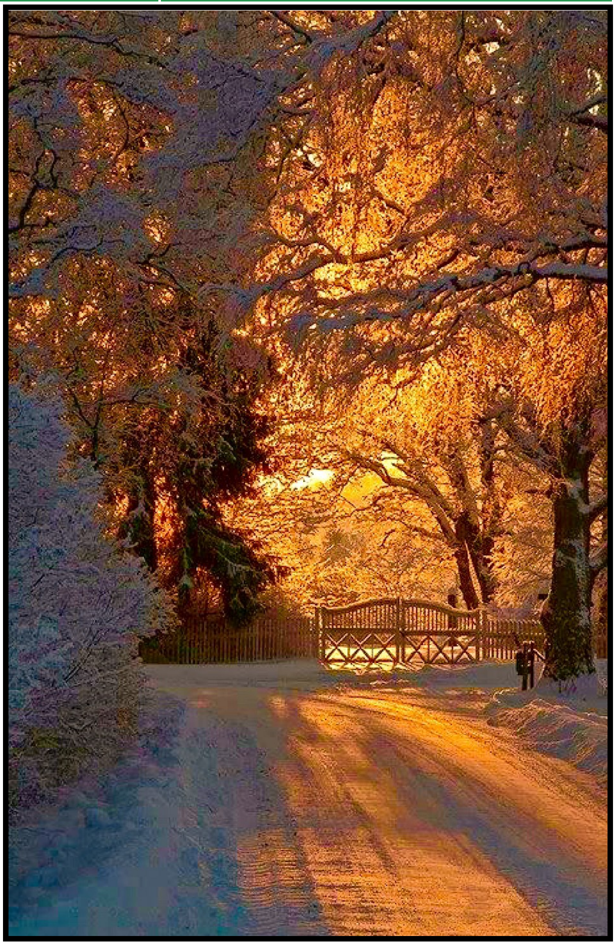

محمد رسول اللہ صلعم کا پاک نمونہ اور آپؐ کا اصلاحی کام

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر مولانا محمد علیؒ ایدہ اللہ تعالیٰ۔

لاہور مؤرخہ ۱۶ر جنوری ۱۹۴۸ء

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰہ و الیوم الاٰخر و ذکر اللّٰہ کثیراً

ہر کام کیلئے نمونہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اگر دنیا میں کوئی انسان ایسا ہوا ہے جس کے نقش قدم پر ہر قسم کے لوگ چل سکتے ہوں تو وہ محمد رسول اللہؐ کے سوائے کوئی نہیں ساری تاریخ انسانی کو پڑھ کر دیکھ لو، جس قدر مختلف حالات کے اندر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے ہیں اور جس قسم کے طرح طرح کے کام جو انسان کو پیش آسکتے ہیں آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کئے ہیں، اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی یوں تو ایک معمولی سی بات ہے کہ یتیمی کی حالت سے نکل کر آپ بادشاہت تک پہنچ گئے ادھر کو منتہائے بیکسی ہے اور ادھر منتہائے طاقت مگر اس کو چھوڑ کر بھی آپؐ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں، جرنیل وہی اچھا ہوتا ہے جو سپاہی کی زندگی بسر کر چکا ہو آپؐ بیک وقت سپاہی بھی تھے اور جرنیل بھی، بیک وقت قانون ساز بھی تھے اور قانون پر عمل کرانے والے بھی، پھر گھر میں بیویوں کے کام میں اپنے ہاتھ سے مدد کر دیتے تھے، برتن آپؐ صاف کر دیتے تھے، کپڑا آپ سی لیتے تھے جوتی خود مرمت کر لیتے تھے، خرید و فروخت خود کر لیتے تھے، دوسروں کا بھی سودا بازار سے لا دیتے تھے۔ غرض کوئی کام ایسا نہیں جو آپؐ نے نہ کیا ہو تو واقعی اگر یہ لفظ کسی پر صادق آسکتے ہیں کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آسکتے ہیں جنہوں نے سب کام اپنے ہاتھ سے کئے، دوسرا کوئی ایسا انسان دنیا میں نہیں ہوا جس نے سب کام اپنے ہاتھ سے کئے ہوں۔

لیکن آپ دیکھیں گے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ ہونے کے ساتھ ایک شرط لگا دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ تو ہیں آپ نیک نمونہ ہیں ایسا جو زندگی کو خوبصورت بنا دے لیکن ایک شرط اس کے ساتھ لگا دی لمن کان یرجوا اللّٰہ و الیوم الاٰخر اس شخص کے لئے نیک نمونہ ہیں جو اللہ کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے یہ اللہ کی امید رکھنے کے کیا معنی ہیں یوم آخرت کو تو انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک دن آئے گا جب اعمال کی جزا و سزا ملے گی، اس لئے بڑے اعمال کی سزا سے بچنے کے لئے نیک عمل بجا لانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے نمونے کی پیروی کرنا چاہیئے لیکن یرجوا اللّٰہ کیا ہے یہ فی الحقیقت بڑا بلند مقام ہے جس کی امید دلائی ہے اللہ کی امید اللہ سے ملنے کی امید ہے اس مقام تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلا مرحلہ ایمان کا ہے، شروع ایمان سے ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے اس انتہاء تک جا پہنچتا ہے کہ دنیا میں خدا سے مل جاتا ہے یہ جو لقاء اللہ کا ذکر

بار بار دوہرایا ہے اس کو معمولی بات نہ سمجھو ایمان انسان کو ایسے مقام پر لے جاتا ہے جہاں وہ خدا سے جا ملتا ہے۔

وذکر اللّٰہ کثیراً اور پھر خدا کو بہت یاد کرتا ہے ہر کام کے وقت اسے خدا یاد آجاتا ہے اگر تجارت میں ہے کسی سے سودا کرے گا تو خدا یاد آجائے گا، ملازمت میں ہے تو اسے خیال ہوتا ہے کہ کوئی آقا اس کے سر پر ہے جو اس کے کام کو دیکھتا ہے لیکن اس سے بھی بعض باتیں اوجھل رہ جاتی ہیں، خدا جو سب سے بڑا آقا ہے اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، اس لئے خدا کو یاد رکھتا ہے اور اپنے کام میں خیانت نہیں کرتا، مزدوری کرے تو خدا یاد رہے بادشاہت کے تخت پر ہو تو خدا یاد ہو، نماز میں کھڑا ہو تو خدا سامنے ہو۔ نماز تو ہے ہی خدا کے سامنے حاضری کا نام لیکن بعض لوگ ایسے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں مگر خدا ان کے سامنے نہیں ہوتا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو لینے والوں کی یہ صفت بتائی ہے کہ ذکر اللّٰہ کثیراً وہ خدا کو بہت یاد رکھتے ہیں ہر وقت اور ہر حالت میں خدا انہیں یاد رہتا ہے، میں نے پچھلے خطبہ میں کہا تھا کہ اگر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچہ میں اپنے آپ کو ڈھال لو مگر فی الحقیقت اس سانچہ میں کون ڈھل سکتا ہے۔ لمن کان یرجوا اللّٰہ والیوم الآخر وذکر اللّٰہ کثیراً جو اللہ سے ملنے اور یوم آخر کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد رکھتا ہے جب تک یہ نہیں اس وقت تک رسول کی پیروی کی توفیق نہیں ملتی، جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے کام کئے اچھے اخلاق پیدا کئے ان اچھے کاموں اور اچھے اخلاق پر وعظ بھی خوب کرلیتا ہے لیکن توفیق نہیں ملتی کہ ان کی پیروی کرے، اپنے آپ کو اس رنگ میں رنگین کرے اس قالب میں ڈھل جائے اگر غور کیا جائے تو فرق بھی بہت بڑا ہے ایک طرف وہ انسان ہے جو شب و روز خدا سے ہم کلام ہوتا ہے وہ سب کام کرتا ہے لیکن خدا کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو شب و روز دنیا ہی کے کاموں میں مستغرق رہتے ہیں اور خدا ان کو یاد بھی نہیں آتا یہ اس کے نمونہ پر کس طرح چلیں، یاد رکھئے نمونہ بنتا تو تب ہوتا ہے کہ ایک طرف اثر ڈالنے کی قوت ہو اور دوسری طرف اثر قبول کرنے کی قابلیت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اثر ڈالنے کی قوت ہے، اثر قبول کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا پر کامل ایمان ہو، خدا سے ملنے کا خیال ہو، عام طور پر انسان کو صبح وشام یہی یاد ہوتا ہے کہ یہ کھانا ہے یہ پہننا ہے، فلاں سے ملنا ہے، فلاں کام کرنا ہے، پیسہ کمانا ہے، دنیا میں بڑے بننا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے دل میں یہ خیال اٹھتا رہے کہ اس کا اصل مقام اس سے بلند تر ہے اس نے خدا سے ملنا ہے۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جن کی نظر دنیا تک محدود ہے، اچھا کھا لیا، اچھا پہن لیا، ایک اور گروہ ہے جن کو پیغمبر کہتے ہیں یہ گروہ لوگوں کو توجہ دلاتا رہتا ہے کہ اپنی زندگی کی قیمت کو گھٹاؤ نہیں جس شخص کی نگاہ کھانے پینے سے اوپر نہیں اٹھتی اس نے اپنی زندگی کی قیمت کو گھٹا لیا۔ انسان کی زندگی کی غرض یہ نہیں کہ وہ اچھا پہن لے اور اچھا کھالے اور دنیا ہی کو مطمح نظر بنائے رکھے جس شخص نے اپنی نظر کو دنیا کی زندگی تک محدود کر لیا اس نے زندگی کی غرض کو نہیں سمجھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ تمہاری زندگی اس دنیا تک ہی محدود نہیں، وہ اس سے بہت بلند ہے کھانے پینے سے بڑھ

کہ اس کا تعلق خدا سے ہونا چاہیے خدا پر ایمان خدا سے ملنے کی امید زندگی کی قیمت کو بڑھانے کا نسخہ ہے۔

میں نے کہا کہ اصلاح کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک اثر انداز ہو، اور دوسرا اثر قبول کرنیوالا ہو، اصلاح اسی طرح ہوسکتی ہے دولت کمالینا بہت آسان ہے لیکن اصلاح کرنا بہت مشکل کام ہے۔

دلوں کی اصلاح انسان کے بس کی بات نہیں بڑے بڑے شفیق باپ اپنے بیٹے کی اصلاح نہیں کرسکتے، دن رات اس پر احسان کرتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی وہ کہنا نہیں مانتے اور ان کی مرضی کے خلاف برا راستہ اختیار کر لیتے ہیں یہ اصلاح وہی لوگ کرتے ہیں جن کا تعلق خدا کے ساتھ ہوتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے انسان حیرت میں رہ جاتا ہے کہ ایک اصلاح نہیں جو آپؐ نے کی ہو۔

وہ عرب کے لوگ جو ہندوستان کے لوگوں سے زیادہ خونخوار تھے، دن رات لڑنا ان کا کام تھا، ہندوستان کے لوگ تو بھیڑوں کی طرح تھے عدم تشدد کا وعظ سن کر اور اس پر عمل کا وعدہ کرکے وہ بھیڑیے بن گئے، عرب بڑی خونخوار قوم تھی، بڑی درندہ قوم تھی بھیڑیوں سے بڑھ کر تھی مگر لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ چند ہی سالوں میں ان کو اپنے رنگ میں رنگین کرلیا اور وہ دنیا کے لئے رحمت و برکت کا موجب ہوگئے۔ یہ تھی وہ اصلاح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، اور وہ جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے اصلاح کے لئے اٹھتا ہے جس کو دنیا کی عظیم ترین شخصیت کہا جاتا ہے وہ سالہا سال کی کوششوں کے باوجود ناکام ثابت ہوتا ہے۔

تو حقیقت یہ ہے کہ اس اصلاح میں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، آپؐ کے ساتھ خدا کی طاقت موجود تھی، اسی طاقت کے ذریعہ سے آپؐ نے عرب جیسی خونخوار قوم کی ایسی اصلاح کی کہ دنیا انگشت بدندان ہے آج بھی وہ طاقت موجود ہے آج بھی جلدی دنیا کی قومیں اصلاح کی طرف آنے والی ہیں بعض وقت خیال آتا ہے کہ ہم جو کہتے ہیں اسلام دنیا میں پھیلے گا یہ کس طرح ہوگا، لوگ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرتے ہیں، لیکن یہ نفرت آپ کو نہ جاننے کی وجہ سے ہے۔ خوب یاد رکھئے اسی وقت تک اسلام سے نفرت ہے جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر سامنے نہیں آتی جس دن آپ کی صحیح تصویر سامنے آگئی، دنیا آپؐ کی طرف جھکے گی۔

بعض وقت ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ انسان مایوس ہونے لگتا ہے خود انبیاء پر ایسے واقعات آئے حتیٰ اذا استائیس الرسل و ظنوا انھم قد کذبوا لیکن یہ باتیں عارضی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ضرور اپنے رسولوں کو کامیابی عطا فرماتا ہے۔

خوب یاد رکھئے اصلاح بڑی مشکل چیز ہے، اصلاح کا کام کرنا انسان کی زندگی کو بڑا بلند بناتا ہے جس قدر اصلاح دنیا میں ہوتی ہے ان لوگوں سے ہوئی ہے جن کا خدا سے تعلق رہا ہے انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ فلاں رسم کو چھوڑ دو، بلکہ وہ جڑ کو پکڑتے ہیں، اللہ پر ایمان پیدا کرتے ہیں جو تمام اصلاحات کی جڑ ھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان پیدا کیا، کوئی شخص جس کا تعلق خدا کے ساتھ نہیں وہ اصلاح کا کام نہیں کرسکتا اگر آپ بھی فی الواقعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں اور اسی سانچہ میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ خدا پر ایمان پیدا کریں، خدا کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں ہمارے لیکچر، ہمارے وعظ، ہمارے درس و تدریس، ہمارے اخبارات اور تصنیفات کسی کام نہیں آسکتے اگر خدا پر ایمان نہ ہو، خدا پر ایمان بنیادی پتھر ہے جو بھی کام کرنا چاہیں اسی پر اس کی بنیاد رکھیں، جب تک یہ نہیں اس وقت تک کوئی کام صحیح نہیں ہوسکتا۔

میں اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہر شخص کا اپنا ایک چھوٹا سا دائرہ ہوتا ہے جس کے اندر وہ اچھی طرح کام کر سکتا ہے آپ بھی اس چھوٹے سے دائرہ سے کام شروع کریں اپنے بیوی بچوں کو توجہ دلائیں ان کے اندر ایمان پیدا کرنے کی کوشش کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا تھا وانذر عشیرتک الاقربین آپ بھی اس حکم پر عامل ہوں۔

اس مہینہ کی آخری اتوار کو ہمارے لاہور کی جماعت کا جلسہ ہوگا میں اس جلسہ میں احباب سے ایسی تجویزیں مانگوں گا جن سے گھروں میں قرآن پڑھایا جا سکے۔ ۲۵ جنوری کو آخری اتوار ہے ابھی سے اس کے متعلق آپ لوگ سوچیں خدا پر ایمان پیدا کرنے کے کئی ذرائع ہیں، ایک بڑا ذریعہ قران کریم ہے اگر ہم قرآن کو سمجھ کر پڑھیں تو اس سے ایمان بہت بڑھ سکتا ہے میں اس کے متعلق تجویزیں مانگوں گا آپ سوچ کر آئیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس ڈر سے آئے ہی نہیں کہ خدا جانے کیا بوجھ ڈالا جائے گا، بوجھ کوئی نہیں یہ تو مرضی کا سودا ہے اگر کوئی شخص نہ کرنا چاہے تو اس کا اختیار ہے پھر بھی آ کر سن تو لے ممکن ہے اس کی اپنی زندگی اس کی اولاد کی زندگی بہتر بن جائے۔ تو آخری اتوار کو ایسی تجاویز سوچ کر آئیں کہ قرآن گھروں میں کیونکر پڑھایا جا سکتا ہے میں جانتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ اس احمدیہ مسجد میں سب کے لئے انتظام ہو۔ کیونکہ شہر بہت پھیلا ہوا ہے اور لوگ بہت دور دور رہتے ہیں ممکن ہے محلّہ وار انتظام کرنا پڑے ابھی مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ آئے ہیں انہوں نے مجھے سنایا کہ وہاں لندن میں نومسلموں کی دینی تعلیم کے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا گیا ہے، ایک دن ہی سہی سات دنوں میں ایک دن بھی قرآن پڑھانے کا آجائے تو وہ اپنا اثر سات دنوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں اس بات کو سوچو اور غور کرو کہ کوئی ایسی تجویز ہو جس سے قرآن پڑھنے اور اس کے سمجھنے میں تمہاری قوم بالکل ممتاز نظر آئے۔

عالمگیر (ذیلی) مرکز
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com

عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ ’’اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘، ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔‘‘

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ بمطابق فرمان نبوی ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیران یکونو اانبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلّمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کا دعویٰ مجدد و مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ ان کے اپنے الفاظ: ’’اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

ان عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟